پروفیسر محمد ایوب قادری

شیخ عبدالمجید سندھی کا قبولِ اسلام

شیخ عبدالمجید سندھی، ان رجالِ عظیم میں سے ہیں جنھوں نے جنگ آزادی کو حقیقی معنوں میں لڑا۔ انھوں نے روایتی ہندو مذہب کو خیرباد کہہ کر "اسلام" کو قبول کیا۔ ہم نے ان کی خدمت میں حاضر ہو کر اس داستان کو قلم بند کیا۔ پھر اس مواد کو سنا کر ان کی منظوری حاصل کی۔ اس طرح یہ داستان گویا ان کی خود نوشت ہے۔ (محمد ایوب قادری)

میں سندھ کے مشہور تاریخی شہر ٹھٹہ میں ۷ر جولائی ۱۸۸۹ء کو پیدا ہوا اور میرا نام جیٹھانند رکھا گیا۔ میرے والد کا نام لیلا رام تھا۔ ہم لوگوں کی ذات عامل ہے جو سندھ کے ہندوؤں میں ممتاز حیثیت رکھتی ہے۔ یہ لوگ بالعموم تعلیم یافتہ اور سرکاری ملازم ہوتے تھے۔ میرے والد پہلے گورنمنٹ ملازم تھے اور پھر کراچی میونسپل بورڈ میں ملازم ہو گئے تھے وہ نہایت نیک اور مذہبی آدمی تھے اور اکثر مذہبی مجلسیں اور اجتماعات منعقد کرتے تھے جن میں کچھی اور میمن عورتیں خاص طور سے شریک ہوتی تھیں۔ غالباً ۱۹۰۵ء یا ۱۹۰۶ء میں میرے باپ فوت ہو گئے۔

اس زمانہ میں ٹھٹہ میں صرف پانچویں انگریزی جماعت تک سرکاری اسکول تھا لہذا ٹھٹہ کی تعلیم ختم کرکے میں کراچی آگیا اور یہاں کے سرکاری اسکول این۔جے ہائی اسکول میں داخلہ لے لیا۔ اس وقت یہ اسکول اس جگہ جہاں آج کل ڈو میڈیکل کالج ہے اور میں قریب ہی ٹھٹائی کمپونڈ میں رہنے لگا۔ پہلے یہ وسیع علاقہ تھا اور ٹہل رام وکیل کی ملکیت تھا اس میں زیادہ تر عامل ہندو رہتے تھے جو سرکاری ملازم یا وکیل تھے میرے چچا ٹلومل اور چچازاد بھائی ٹلجارام بھی یہیں رہتے تھے۔ اس وقت میرے بڑے بھائی گیان چند کراچی میونسپل بورڈ میں ملازم تھے لہذا والدہ بھی کراچی آگئی تھیں۔ میرا ایک چھوٹا بھائی بھی تھا جس کا نام دادومل تھا۔

کراچی میونسپل بورڈ میں ایک صاحب مولوی تاج محمد بلوچ بھی ملازم تھے جو نہایت نیک اور دیندار شخص تھے، ان سے میرے بھائی گیان چند کے گہرے روابط تھے مولوی صاحب کے ذریعہ سے میرا بڑا بھائی اسلام سے متعارف ہوا اور آہستہ آہستہ وہ اسلام کی طرف راغب ہوگیا۔ جب میں کراچی آیا تو میرے بھائی نے مجھے بھی آہستہ آہستہ اسلام کی طرف رغبت دلائی اور کچھ دنوں کے بعد مولوی تاج محمد بلوچ صاحب سے متعارف کرادیا۔ اور میں توحید و رسالت کے مفہوم سے آشنا ہوگیا۔

مولوی تاج محمد صاحب نے مجھے سیل کا ترجمۂ قرآن کریم اور بائبل دی تاکہ میں ان کتابوں کا تقابلی مطالعہ کروں۔ میں ان دونوں کتابوں کا مطالعہ کرنے لگا تاآنکہ اسلام نے میرے دل میں پوری طرح گھر کرلیا۔ اسکول میں ہندو طلبہ سے جب مذہبی مسائل پر گفتگو ہوتی تو میں اسلام کی تائید کرتا، اس لیے ہندو طلبہ نے مجھے بطور طنز و تحقیر مُسلّا (مسلمان) کہنا شروع کردیا۔

اتفاق کی بات کہ ایک دن میری میز پر سیل کا ترجمۂ قرآن اور بائبل دونوں کتابیں رکھی ہوئی تھیں کہ میرے چچازاد بھائی آگئے انھوں نے قرآن کریم کو دیکھ کر کہا کہ یہ کتاب یہاں کیوں رکھی ہے ؟ میں نے جواب دیا کہ پڑھنے کے لیے لایا ہوں۔ اس بات کو انھوں نے پسند نہیں کیا حالانکہ بائبل پر انھوں نے کوئی اعتراض نہیں کیا لیکن وہ ٹھٹک گئے۔ وہ

میرے طرزِ عمل سے پہلے سے بھی مذبذب تھے۔

مجھے اس اسکول کے طلبہ کا طرزِ عمل پسند نہیں آیا اور میں نے یہ اسکول چھوڑ دیا پاکستان چوک کے پاس ہندوؤں کا ایک اسکول تھا اس میں داخلہ لے لیا۔ کچھ دنوں کے بعد جب وہاں کے طلبہ اور اساتذہ کو میرے متعلق کچھ معلومات ہوئیں تو وہاں بھی سابقہ صورتِ حال پیش آئی کہ لڑکے اور استاد مجھ پر انگشت نمائی کرنے لگے اور جدھر سے میں گزرتا مجھے "مسلمان" کہہ کر آوازے کسے جاتے۔

بالآخر ایک روز میں نے طے کیا کہ یہ بات مناسب نہیں ہے کہ جس عقیدہ اور مذہب کو میں حق سمجھتا ہوں اسے لوگوں کے خوف کی وجہ سے پوشیدہ رکھوں، مجھے علی الاعلان اسلام قبول کرنا چاہیے اور ڈرنا نہیں چاہیے۔ جب میں نے اپنے ارادے کا اظہار مولوی تاج محمد صاحب سے کیا تو انھوں نے نہایت مسرت اور پسندیدگی کا اظہار کیا۔

اسی روز رات کو میں نے ایک خط اپنے اعزا کے نام لکھا کہ

"میں اسلام کو دینِ حق سمجھتے ہوئے برضا و رغبت قبول کرتا ہوں۔ اب آپ لوگوں سے جدا ہوتا ہوں۔ میرے پاس تیس روپے ہیں وہ رکھے جاتا ہوں۔ میرے بدن پر جو کپڑے ہیں صرف وہی پہنے جا رہا ہوں۔ میرے لیے پریشان نہ ہوں"

یہ تحریر چھوڑ کر میں مولوی تاج محمد صاحب کے پاس آ گیا۔ انھوں نے مجھے حیدرآباد سندھ شیخ عبدالرحیم صاحب کے پاس بھیج دیا کہ جو کانگریس کے سابق صدر جیوت بھگوان داس آچاریہ کرپلانی کے بڑے بھائی تھے، انھوں نے مجھے اپنے پاس رکھا۔

میرے گھر چھوڑنے کے بعد جب میری تحریر میرے تکیے کے نیچے سے برآمد ہوئی تو تمام اعزا اور رشتہ داروں میں تہلکہ مچ گیا۔ چونکہ ہندوؤں کی عامل برادری سندھ میں بہت بااثر تھی لہذا انھوں نے بڑی دوڑ دھوپ کی۔ لوگ تلاش کرتے ہوئے حیدرآباد پہنچے، جس وقت میرے رشتہ دار میرے ٹھکانے پر پہنچے تو میں نماز پڑھ رہا تھا۔ شیخ عبدالرحیم صاحب نے مجھے نماز پڑھنے سے روک دیا۔ میں نے فوراً سلام پھیرا۔ انھوں

نے اسی وقت مجھے صدر کی مسجد کے پیش امام صاحب کے حجرے میں پہنچا دیا اور میرے رشتہ دار مجھے نہ پا سکے۔

اس کے بعد شیخ عبدالعزیز مالک "الحق" پریس (حیدرآباد سندھ) مجھے لاہور لے گئے اور اسٹیشن کے قریب ایک شاندار ہندو ہوٹل میں ٹھیرے، میں نے ان سے کہا کہ یہ تو ہندو ہوٹل ہے اور اگر میرے رشتہ دار یہاں آئے تو وہ ہم کو یہاں آسانی سے پکڑ سکیں گے۔ شیخ صاحب نے جواب دیا کہ فکر نہ کرو اسی لیے میں اس ہوٹل میں ٹھیرا ہوں تاکہ ہمیں فوراً معلوم ہو جائے۔

اس کے بعد میں لدھیانہ پہنچا اور وہاں شیخ احمد صاحب کے یہاں رہا۔ پھر انھوں نے مجھے ایک مسجد کے حجرے میں رکھا۔ ماحول سے علیحدگی کی وجہ سے یہاں میری طبیعت پریشان ہوئی، میں نے دل میں سوچا کہ آخر میں نے ایسا کیا گناہ کیا ہے کہ جس کی وجہ سے میں چھپا چھپا پھر رہا ہوں، میں نے جو مذہب حق سمجھا وہ اختیار کر لیا لہذا مجھے کراچی واپس جانا چاہیے۔ چنانچہ میں نے اسی مضمون کا ایک خط مولوی تاج محمد صاحب کو لکھ دیا کہ میں کراچی واپس آرہا ہوں۔

میں لدھیانہ سے لاہور پہنچا۔ ٹرین میں مجھے لاہور کے رہنے والے ایک صاحب عبدالرحمن چشتی مل گئے جن کی انارکلی بازار (لاہور) میں ترکی ٹوپیوں کی دکان تھی۔ وہ بڑے ملنسار اور با اخلاق شخص تھے۔ جب ان کو میرے حالات کا علم ہوا تو وہ مجھے اپنے گھر لے گئے اور بڑے آرام سے رکھا۔

دوسرے دن میں کراچی کے لیے روانہ ہوا وہ اسٹیشن پہنچانے آئے۔ میں انٹر کلاس کا ٹکٹ خریدنا چاہتا تھا مگر اتفاق سے میرے پاس تھرڈ کلاس کا کرایہ تھا چشتی صاحب نے فرمایا کہ تمہارے پاس جس درجے کا کرایہ ہے اسی کا ٹکٹ لے لو۔ چنانچہ میں تیسرے درجے کا ٹکٹ لے کر ٹرین میں سوار ہو گیا۔ یہاں ایک لطیفۂ غیبی کا ظہور ہوا وہ یہ کہ جب ٹرین جنگ شاہی اسٹیشن پر پہنچی تو میں نے دیکھا کہ میرے کئی رشتہ دار کراچی جانے والے ہیں اور وہ سب انٹر کلاس میں سوار ہوئے۔ اس

طرح میں تھرڈ کلاس میں ہونے کی وجہ سے ان کی گرفت سے بچ گیا۔

کراچی پہنچنے پر میں مولوی تاج محمد صاحب سے ملا۔ اُنھوں نے مجھے جُونا مارکیٹ میں ایک ہوٹل میں ٹھیرا دیا۔ بعد ازاں یہ مشورہ ہوا کہ میں سول اسپتال کراچی کے سول سرجن سے اپنے بلوغ کا سرٹیفکٹ حاصل کرلوں۔

چنانچہ میں اس سلسلے میں سول سرجن سے ان کے گھر پر ملا۔ انھوں نے مجھے اسپتال میں بُلایا۔

اندیشہ ناک بات یہ تھی کہ سول اسپتال، ٹھٹائی کمپاؤنڈ کے سامنے تھا، جہاں میرے تمام اعزا اور برادری کے لوگ رہتے تھے۔ بہرحال میں اسپتال پہنچا۔ ابھی سول سرجن سے ملاقات بھی نہیں ہوئی تھی کہ میرے چچا آگئے۔ انھوں نے نہایت مضبوطی سے میرا ہاتھ پکڑ کر کہا کہ تمہاری ماں بہت یاد کررہی ہے، میں نے ہوش و حواس قائم رکھے اور کہا کہ بیشک یاد کرتی ہوں گی۔ کہ جھٹ جھٹکا دے کر ہاتھ چھڑا لیا اور فوراً بھاگا۔

سول اسپتال کے دروازے پر وکٹوریہ کھڑی تھی میں اس میں سوار ہوکر جُونا مارکیٹ ہوٹل پہنچا۔ وہاں سے مولانا عبداللہ صاحب کے پاس مدرسہ مظہر العلوم محلہ کھڈہ پہنچایا گیا۔ اس زمانہ میں یہ مدرسہ تبلیغ کا مرکز تھا۔ مولانا صاحب نے نہایت شفقت و محبت کا برتاؤ کیا اور ایک مکان میں رہنے لگا۔

مولانا عبداللہ صاحب نے ایک روز فرمایا کہ شیخ صاحب! اگر آپ ختنہ بھی کرالیں تو کیسا رہے گا؟ میں نے عرض کیا کہ مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔ لہٰذا ختنہ ہوگیا۔ اتفاق کی بات کہ خون نہ صرف کافی مقدار میں خارج ہوا بلکہ دوا اور علاج کے باوجود کئی دن تک بند نہیں ہوا۔

اس صورتِ حال سے مولانا عبداللہ صاحب بہت پریشان ہوئے اور انھوں نے اللہ تعالیٰ سے گڑگڑا گڑگڑا کر دعائیں مانگیں۔ میں نے اللہ تعالیٰ کے حضور میں التجا کی کہ یا مولا! یا تو تُو مجھے اٹھالے یا اس تکلیف کو دفع فرما۔ خُدا کا ایسا کرم ہوا کہ

خدا تعالیٰ نے مولانا صاحب کی دُعا قبول فرمائی اور خون فوراً بند ہوگیا۔

میرے اعزا نے میرے بھائی کی طرف سے عدالت میں مقدمہ درج کرادیا لہذا میری گرفتاری کا وارنٹ جاری ہوگیا اور پولیس گرفتاری کی تلاش میں تھی۔ جب مولانا عبداللہ صاحب کو اس صورت حال کا علم ہوا تو انھوں نے مجھے دوسرے مکان میں منتقل کرادیا۔

پولیس مولانا صاحب کے پاس آئی اور ان سے استفسار حال کیا۔ انھوں نے جواب دیا کہ شیخ عبدالمجید صاحب یہاں آئے ضرور تھے اور فلاں مکان میں ٹھہرے تھے، اب نہیں معلوم کہاں ہیں۔

اس کے بعد میں چند روز اور کراچی میں رہا، پھر لاڑکانہ چلا گیا وہاں انگریز کلکٹر تھا، اس کے یہاں میں نے درخواست دی کہ "میں عاقل بالغ ہوں اور میں نے برضا و رغبت اسلام قبول کیا ہے میں آپ کے سامنے اس کا اظہار کرتا ہوں لہذا مجھے اس امر کا سرٹیفکٹ مرحمت فرمادیا جائے"۔

حسب ضابطہ کلکٹر نے سرٹیفکٹ جاری کردیا۔ پھر میں غلام محمد خاں بھرگری کے پاس گیا جو سندھ کے بڑے زمیندار تھے اور اسی زمانے میں لندن سے بیرسٹری پاس کرکے آئے تھے۔ اور انھیں تمام صورت حال سے مطلع کیا۔

بھرگری صاحب نے فوراً ایک خط سٹی ڈپٹی کلکٹر کراچی مسٹر وٹل کو لکھا کہ مطلوبہ لڑکا میرے پاس ہے۔ وٹل نے جواب دیا کہ فلاں تاریخ کو اس لڑکے کو لے کر عدالت میں حاضر ہوں۔ چنانچہ بھرگری صاحب نے مقررہ تاریخ پر مجھے عدالت میں پیش کردیا۔

میرے اعزا کی طرف سے مسٹر رُمنڈ وکیل تھا جو اس زمانے میں اس علاقے کا مشہور قانون داں تھا۔ مسٹر رُمنڈ نے اس بات پر زور دیا کہ تا انفصال مقدمہ لڑکا اپنے اعزا کے پاس رہے، جس کے لیے بھرگری صاحب تیار نہیں ہوئے۔ اور انھوں نے عدالت سے کہا کہ یہ لڑکا میرے پاس رہے گا میں اس کا ضامن ہوں۔ وہ سندھ

کے بڑے زمیندار اور بیرسٹر تھے لہذا عدالت نے ان کی یہ بات منظور کرلی۔

اس فیصلہ کے خلاف جوڈیشنل کمشنر کے یہاں اپیل کی گئی۔ مقدمے کی پیشی پر جوڈیشنل کمشنر نے کہا کہ میں اس لڑکے کو دیکھنا چاہتا ہوں، لہذا میں کے حضور میں پیش کیا گیا۔ اس کے بعد اس نے پوچھا کہ اس کا وارث کون ہے؟ اس کو بھی پیش کیا جائے۔ لہذا میرا بھائی بھی جوڈیشنل کمشنر کے سامنے پیش کیا گیا۔ کمشنر نے دیکھ کر کہا کہ عمر کے اعتبار سے کم و بیش دونوں برابر ہیں لہذا اس نے مقدمہ خارج کر دیا اور میں آزاد ہو گیا۔

اس کے بعد میرے اعزا اور دوسرے رشتہ دار مجھ سے ملے۔ اور چچازاد بھائی نے پوچھا کہ (اب کیا صلاح ہے؟) میں نے فوراً جواب دیا کہ اب یہ صلاح ہے کہ تم سب بھی مسلمان ہو جاؤ۔ یہ سن کر سب لوگ مایوس ہو گئے اور انھوں نے سمجھ لیا کہ اب اس سے ہمارا کوئی تعلق نہیں ہے۔

اس کے بعد میں تعلیم کی غرض سے سندھ مدرسہ داخل ہوا۔ اتفاق سے ایک روز میرے استاد پرشوتم داس نے کلاس کے تمام طلبہ کو حکم دیا کہ کتابیں ڈیسک کے نیچے زمین پر رکھ دی جائیں۔ طلبہ نے کتابیں نیچے رکھ دیں مگر میں نے نہیں رکھیں انھوں نے مجھ سے پوچھا کہ تم نے کتابیں زمین پر کیوں نہیں رکھیں؟ میں نے کہا کہ کتابوں میں خدا کا نام لکھا ہے لہذا زمین پر رکھنا مناسب نہیں ہے۔ اس پر اس نے کہا کہ میرے حکم کی تعمیل کرتے ہو یا نہیں؟ میں نے جواب دیا کہ افسوس میں معذور ہوں۔ چنانچہ پرشوتم داس نے پرنسپل سے میری شکایت کی۔ پرنسپل نے مجھے بلایا اور کہا کہ تم پرشو داس سے معافی چاہو۔ میں نے کہا کہ اس میں میرا کیا قصور ہے؟ مجھے بتایا جائے۔ پرنسپل نے مجھ سے کہا کہ تم معافی چاہتے ہو یا نہیں؟ میں نے جواب دیا کہ میں معذور ہوں۔ لہذا میرا نام بورڈنگ ہاؤس سے خارج کر دیا۔

اس زمانے میں شیخ عبدالرحیم صاحب پشاور میں رہتے تھے ان کو جب یہ حالات معلوم ہوئے تو انھوں نے مجھے پشاور بلالیا اور میری تعلیم کا انتظام کر دیا۔

اس زمانے میں وہاں کے امتحانات پنجاب یونیورسٹی کے تحت ہوتے تھے اور پنجاب یونیورسٹی کی زبان اُردو تھی۔ میں اتنی اردو نہیں جانتا تھا۔ لہذا انگریزی سے اُردو ترجمہ کے پرچہ میں ناکام ہوگیا۔

میں پھر سندھ مدرسہ کراچی آیا۔ پرنسپل نے فیصلہ کن انداز میں کہا کہ اگر تم پرشوداس سے معافی چاہو تو تمہیں داخلہ مل سکتا ہے۔ میں نے فوراً ان سے معافی چاہی اور ۱۹۱۰ء میں میٹرک پاس کرلیا۔

افادات وملفوظات

حضرت مولانا عبید اللہ سندھیؒ

۵۱۲ صفحات۔ سفید کاغذ۔ آفسٹ طباعت
قیمت:۔ اٹھارہ روپے

مرتبہ

پیشگی رقم بذریعہ منی آرڈر بھیجنے والوں کو سولہ روپے میں کتاب دی جائیگی۔

محمد سرور سابق اُستاذ جامعہ ملیہ، دہلی

○ آج اسلامی دنیا پاکستان سمیت تاریخ کے ایک اہم موڑ پر کھڑی ہے، سائنس اور صنعت وٹیکنالوجی کی پیدا کردہ تہذیب اور اشتراکی فلسفہ اور اس کا معاشی وسیاسی نظام اس کی حدود میں داخل ہوچکا ہے، ان کی مزاحمت کی جائے یا ان سے مفاہمت، انھیں رد کیا جائے یا اپنایا جائے؟

○ اشتراکیت اور مذہب میں تصادم۔ تمام مذہبی نظام خطرے میں، تصور کائنات، تصورِ خدا اور عقیدۂ وحدۃ الوجود، مادیت اور روحانیت، ایک حقیقت کے دو پہلو ہیں یا دو الگ الگ حقیقتیں، کفر و اسلام کی بحث۔ کیا اشتراکی کافر ہیں؟

○ تحریک اتحادِ اسلام (پان اسلامزم) کی ناکامی۔ عہدِ حاضر کی اسلامی و مذہبی تحریکوں کا

رجعت پسندانہ کردار، قومیت کی بنیاد وطن ہے مذہب نہیں - ایک جغرافیائی خطے میں آباد ایک زبان بولنے والے لوگ ایک قوم ہیں - کانگریس اور مسلم لیگ کی سرگرمیوں کا تجزیہ - قومی جمہوری سیکولر سوشلسٹ حکومتوں کا دور - برعظیم کے سیاسی مستقبل کا ایک تخیلی نقشہ -

○ مولانا سندھیؒ ماسکو میں - اشتراکیت سے علمی و عملی تعارف - مولانا کے دینی فکر اور اشتراکیت میں کشمکش - شاہ ولی اللہؒ کی حکمت کی روشنی میں اسلام کے اصولوں اور مقاصد کا تعینِ نو - روس کا اشتراکی انقلاب - علماء کی رجعت پسندی کے خلاف ترک دانشوروں کی بغاوت، بخارا میں انقلاب - ترک دانشور جو اشتراکی انقلاب کو مشرق و اسلام کی عظمت کا پیش خیمہ سمجھتے تھے - کیا مولانا عبید اللہ سندھی اشتراکی ہو گئے تھے؟

شخصیات

○ مجدد الف ثانیؒ - حضرت مجددؒ کی دعوت کا تاریخی پس منظر - اکبر کی راجپوت دوست پالیسی کے خلاف مسلمان حکمران طبقوں کا شدید ردعمل - مسلمانوں کی جماعتی برتری و علیحدگی پسندی کا رجحان -

○ شاہ ولی اللہؒ - ہندوستانی مسلمانوں کی گرتی ہوئی دینی و فکری اور سیاسی و اجتماعی عمارت کو تھامنے کی کوشش - وحدت الوجود کا ماحصل - اتحاد مذاہب اور بقائے باہمی -

○ سید احمد شہیدؒ - تحریک جہاد کیوں ناکام ہوئی؟ ایک سیاسی انحراف - امام اور مہدی ہونے کے دعوے -

○ شیخ الہندؒ - علماء اور جدید تعلیمیافتہ طبقوں کا اتحاد - ترکی خلافت کو بچانے کی جدوجہد - تحریک اتحاد اسلام (پان اسلامزم) کی ناکامی - دارالعلوم دیوبند میں مولانا سندھی کا مذہبی احتساب -

○ سرسید - عقلیت اور یورپی معاشرت کو اختیار کرنے کی دعوت - فرسودگی کے خلاف جدوجہد -

○ حکیم نور الدین اور مرزا غلام احمد - احمدیت کا تاریخی اور نفسیاتی تجزیہ - لوگ کیوں احمدی بنے؟

○ مولانا محمد علی - ایک انقلابی شخصیت جو بیکار کے جھگڑوں میں ضائع ہوئی - برطانیہ دشمنی کا شاندار کارنامہ -

○ علامہ اقبال - ایک عظیم شاعر - قومیت و وطنیت کی مخالفت - فکر و عمل کا تضاد کیوں؟ اسلامی کلچر و ملت کی بحثیں -

ملنے کا پتہ:- سندھ ساگر اکادمی - لاہور، چوک مینار - انارکلی